بسم اللہ الرحمن الرحیم

اس تحریر میں ہم حدیث طیر کی کچھ اسناد کو حسن اور صحیح کہ درجہ پر ثابت کریں گہ۔

از قلم البلوشي

پہلی حدیث کی سند یہ ہے حَدَّثَنِي أَبُو عَلِيٍّ الْحَافِظُ، أَنْبَأَنَا أَبُو عَبْدِ اللَّهِ مُحَمَّدُ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ أَيُّوبَ الصَّفَّارُ، وَحُمَيْدُ بْنُ يُونُسَ بْنِ يَعْقُوبَ الزَّيَّاتُ، قَالا: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ عِيَاضِ بْنِ أَبِي طَيْبَةَ، حَدَّثَنَا أَبِي، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَسَّانَ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ بِلَالٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ،

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت کیا کرتا تھا (ایک دفعہ) ایک بھنا ہوا پرندہ آپ کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ آپ نے دعا مانگی: یا اللہ! تو میرے پاس ایسے آدمی کو بھیج جو تمام مخلوقات سے زیادہ تجھے پیارا ہو اور وہ میرے ساتھ یہ پرندہ کھائے۔ (حضرت انس) فرماتے ہیں: (میں یہ دعا مانگ رہا تھا) یا اللہ! یہ شرف کسی انصاری کو عطا فرما۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ تشریف لے آئے۔ لیکن میں نے ان کو یہ کہہ (کر ٹال) دیا کہ ابھی رسول اللہ ﷺ مصروف ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ (کچھ دیر بعد) دوبارہ آئے تو میں نے تب بھی یہی کہا کہ فی الوقت رسول اللہ ﷺ مصروف ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ (تھوڑی دیر بعد) پھر تشریف لے آئے تو رسول اللہ ﷺ نے خود فرمایا: دروازہ کھو لو، (میں نے دروازہ کھولا) تو حضرت علی رضی اللہ عنہ اندر تشریف لے آئے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: آپ باہر کیوں رکے رہے؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کی: انس نے مجھے تین مرتبہ واپس بھیجا ہے یہ شاید یہ سمجھ رہے تھے کہ آپ مصروف ہیں۔ آپ ﷺ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا: اے انس! تم نے ایسا کیوں کیا؟ میں نے کہا: یا رسول اللہ ﷺ میں نے آپ کی دعا سنی تھی اور میں چاہتا تھا کہ یہ مرتبہ میری قوم کے کسی فرد کے حصہ میں آئے، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک انسان اپنی قوم سے محبت کرتا ہے۔

٭٭ یہ حدیث امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ کے معیار کے مطابق صحیح ہے لیکن شیخین رحمۃ اللہ علیہما نے اس کو نقل نہیں کیا۔

اسی حدیث کو 30 سے زائد صحابہ کرام کی پوری ایک جماعت نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کے حوالے سے روایت کیا ہے۔ پھر یہ حدیث سند صحیح کے ہمراہ حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ اور حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے۔ اور ثابت البنانی کی حضرت انس کے حوالے روایت کردہ حدیث میں کچھ الفاظ زائد ہیں۔ (جو کہ درج ذیل ہے)"

[المستدرک الحاکم 4650 حدیث کو امام حاکم نے بخاری مسلم کی شرط پر صحیح کہا]

تلخیص میں ذہبی نے کہا ہے کہ اسکہ ایک راوی محمد بن احمد بن عیاض کہ بارے میں کہ میں اسکو نہیں جانتا کہ یہ کون ہے لوگ اسی کو پوینٹ کو ہی صحیح مان کر بیٹھ جاتے ہیں اور حدیث طیر کو ضعیف کہتے ہیں مگر امام ذہبی نے اسی راوی محمد بن احمد بن عیاض کا تزکرہ اپنی میزان میں کیا ہے ۔ ادھر لکھتے ہیں کہ احمد بن عیاض کہ بارے میں کہ اسنے اپنے والد ابو غسان احمد بن عیاض کے حوالے سے ابو طیبہ مصری کے حوالے سے یحیی بن حسان کے حوالے سے روایت نقل کی ہے حدیث طیر ذہبی میں کہتا ہوں اس راوی احمد بن عیاض کے علاوہ باقی تمام راوی ثقہ ہیں البتہ اس راوی پر حدیث کہ حوالہ سے تہمت عید کی گئی ہے پھر مجھ پر یہ بات ظاہر ہوئی کہ یہ صدوق ہے اخر میں لکھتے ہیں جہاں تک اسکے والد کا تعلق ہے تو میں اس سے ناواقف ہوں ۔

[میزان ال اعتدال جلد 6 صفحہ 83 مکتبہ رحمانیہ]

اب یہ حدیث حسن تک پہنچ جائے گی مگر سیف للہ یذیدی اور اسکے چیلے اعتراض کرتے ہیں کیوں کہ ان لوگوں کو مولا علی کی شان میں حدیث ہضم نہیں ہوتی کہتے ہیں ۔

ذہبی نے کہا ہے میں اسکے والد کو نہیں جانتا۔ ایک بات یاد رکھیں کہ ذہبی نے یہ نہیں کہا کہ یہ راوی مجہول ہے بلکہ یہ کہا ہے کہ میں اسے نہیں جانتا اسکا مطلب مجہول نہیں ہوتا مطلب ذہبی پر اسکے حالات نہیں کھلے ۔ پھر ذہبی اپنی دوسری کتاب تاریخ الاسلام میں اس راوی کہ بارے میں اس کتاب میں لکھا ہے کہ یہ مصری شیخ ہیں یہ روایت کرتے ہیں یحیٰ بن حسان سے اور یحیٰ بن حسان عبداللہ بن بکیر سے اور ان سے انکا بیٹا ابو علاثہ محمد روایت کرتا ہے پھر عبداللہ بن عبدالملکؒ روایت کرتے ہیں اور معافی بن عمران اور دیگر کئی لوگ ہیں جو ان سے روایت کرتے ہیں۔

[تاریخ الاسلام ووفیات المشاهیر والاعلام جلد 6 صفحہ 490]

اس سے یہ بات واضح ہوگی کہ یہ راوی مجہول نہیں ہے کسی نے بھی انکی تضعیف نہیں کی کسی نے بھی یہ نہیں کہا کہ یہ ضعیف ہے بلکہ امام حاکم نے انکی روایت کی تصیح کی ہے وہ بھی شیخین کی شرط پر۔

اب ذہبی سے ہی اس قائدہ کو سمجھ لیتے ہیں ۔ ذہبی فرماتے ہیں

ایک کثیر تعداد میں ائمہ ثقہ کہیں اور کوئی بھی اسکو ضعیف نہ کہے

اسکو کہیں گہ کہ وہ ثقہ ہے ثقہ وہ بھی ہوتا ہے نہ کوئی ثقہ کہے نہ کوئی

ضعیف کہے اسکی روایت صیحیحین میں مجود ہو تو اسے توثیق پر ہی

محمول کیا جائے گا اگر انکی روایت کو صیحح کریں امام ترمذی اور امام خزیمہ

جیسے لوگ تو وہ بھی جید ہے ، جید صیحح سے تھوڑاکم اور حسن سے اوپر

درجہ کا ہوتا ہے ، اگر امام ۔ درقتنی اور امام حاکم جیسے لوگ اسکی تصیحح

کریں کم سے کم اسکا حال یہ ہے کہ اسکی روایت حسن درجہ کی ہوتی

ہے ۔

[الموقظة في علم مصطلح الحديث صفحہ 78 مكتب المطبوعات الإسلامية بحلب]

اب امام ذہبی کہ بنائے ہوئے قائدے سے ہی اسکی روایت حسن بنتی ہے کیوں کہ یہ راوی مسطور الحال ہے ائمہ کرام نے اسے روایت کی ہے ثقہ راوی اس سے روایت کرنے والے ہیں ۔

امام ابن ابی حاتم نے اپنی کتاب الجرح والتعدیل میں بیان کیا ہے کہ فرماتے ہیں میں نے اپنے والد صاحب اسکے مطلق سوال کیاکہ ثقہ راوی اگر مجہول سے روایت کرے تو اسکا رویت کرنا اسکو فائدہ دیتا ہے توآپ نے جواب میں فرمایاکہ اگر وہ ایسا مجہول ہے کہ کسی نے اسکو ضعیف نہیں کہا تو ثقہ کا اس سے روایت کرنا مجہول کو فائدہ دیتا ہے۔

[الجرح والتعدیل الطبعتہ الاولی صفحہ 36 دار الکتب العلمیۃ]

اتنا کچھ کافی ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ روایت حسن درجہ کی ہے۔

خود ذہبی کہ بتائے ہوئے قائدے سے یہ رویت حسن بنتی ہے ایک اور حوالہ بھی دیکھ لیں امام ابن حجر العسقلانی نے اس راوی کا تزکرہ کیا اپنی لیسان میں کیا اور اپنے فرمایاکہ ابن یونس نے انکا تزکرہ کیا ہے اپنی تاریخ کہ اندر اور انھوں نے ان پر کسی قسم کی کوئی جرح نہیں کی۔

[لسان المیزان جلد 6 صفحہ 533 مکتب المطبوعات الاسلامیہ]

جب ابن حجر العسقلانی یہ کہیں کہ اس پر کوئی جرح نہیں تو وہ اسکو راوی کی توثیق پر ہی محمول کر رہے ہوتے ہیں اگر جرح ہوتی تو وہ جرح نقل کر دیتے اسکی ایک مثال دیکھیں۔ ابن حجر مقدمہ فتح الباری میں فرماتے ہیں حسن بن مدرک کا دفاع کرتے ہوئے کہ امام ابو عبیداللہ عاجری نے امام ابو داود سے ان کہ متعلق یہ بیان کیاکہ امام ابو داود نے اس راوی سے متعلق کہاکہ یہ کزاب ہے پھر اسکا تزکرہ کرتے ہوئے آخر میں لکھتے ہیں اسکا دفاع کرتے ہیں اس انداز میں کہ کہ امام حجر فرماتے ہیں کہ امام ابوزرء اور امام ابوحاتم نے اس راوی کا تزکرہ کیا ہے اور کسی قِسم کی کوئی جرح نقل نہیں کی اور یہ رجال میں سختی کرنے میں جیسے ہیں سو ہیں۔

مقدمہ فتح الباری صفحہ 297 المکتبتہ السلفیتہ

جب امام حجر العسقلانی یہ کہتے ہیں کہ اس راوی پر کسی قسم

کی کوئی جرح نہیں تو وہ اسکی تعدیل پر ہی محمول کرتے

یہ مجہول سے معروف درجہ پر لاتے ہیں ہیں باقی ائمہ

کا ایسا کہنے کا کوئی اور مطلب ہو سکتا ہے مگر امام حجر کا

خاص طور پر یہی مطلب ہے .جو اوپر بیان کیا ہے باقی ائمہ

کہ اسے کہنے کا کوئی اور مطلب ہو سکتا ہے مگر امام حجر کا

خاص عمل ہے .جو اوپر بیان کیا جا چکا ہے اب المستدرک

والی حدیث حسن درجہ کو ہو جاتی ہے۔

اگلی سند المعجم الاوسط والی سند ہے

جوکہ یہ ہے حدثنا أحمد، قال : نا سلمة بن شبيب ، قال : نا عبد الرزاق ، قال : أنا)

الأوزاعي ، عن يحيى بن أبي كثير ـ أنس بن مالك ، قال : أهدت أم أيمن إلى

النبي الله طائرا بين رغيفين فجاء النبي الله ، فقال : « هل عندكم شيء ؟

(فجاءته بالطائر ، فرفع يديه ، فقال :اللهم أئتني بأحب خلقك إليك ، فقلت :

إن رسول الله الله مشغول ، وإنما دخل النبي الله آنها ، فتيق النبي ـ من الطائر

شيئا، ثم رفع يده ، فقال : « اللهم ا بأحب خلقك إليك يأكل م ، فجاء علي ،

فارتفع الصوت بيني وبينه ، فقال النبي أدخله من كان فدخل ـ فقال مرات ،

فأكل مع رسول الله له حتى فرغا) ـ

[المعجم الاوسط جلد 2 صفحہ 206 مکتبہ دار الحرمین]

اس حدیث پر جو اعتراض کیا جاتا ہے وہ یہ ہے کہ یحییٰ بن ابی کثیر کا حضرت انس بن مالک رضی اللہ سے سماع ثابت نہیں ہے ۔ اسکا جواب یہ ہے کہ یحییٰ بن ابی کثیر کا حضرت انس رضہ سے سماع ثابت ہے بعض ایسی حدیث ہیں جنکا سماع ثابت نہیں ہے ۔

امام حاکم نیشاپوری اپنی کتاب میں فرماتے ہیں ایک سند کا زکر کرتے ہیں جس میں یحیٰی بن ابی کثیر عن انس بن مالک رضی اللہ یہ چین ہے وہ نبی ﷺ سے ایک حدیث بیان کرتے ہیں اس کہ باد حاکم ایک کومینٹ کرتے ہیں اپ فرماتے ہیں اس کہ علاوہ بھی ایک سند یحیٰی بن ابی کثیر کی جو روایت ہے عن انس بن مالک یہ ثابت ہیں ہاں یہ کہ یہ جو حدیث حاکم نے جو بیان کی ہے وہ حدیث ہے جو انہوں نے نہیں سنی لیکن جو بقیہ حدیث ہے ل وہ انہوں نے سماع کیا ہے ۔

[معرفتہ علوم الحدیث صفحہ 371 مکتبہ دار ابن حزم]

یحیٰی بن ابی کثیر کا یہ معاملہ نہیں ہے کہ انہوں نے بلکل ہی سماع نہیں کیا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے بلکہ بعض احادیث کا سماع کیا ہے اور بعض احادیث کا نہیں کیا جن حدیث کا سماع نہیں کیا وہ محدسین نے علیدہ کر دی ہیں جن بعض حدیث میں سماع نہیں ہے ان سے لوگوں نے یہ رزلٹ نکال لیا کہ بلکل ہی سماع نہیں ہے مگر معاملہ ایسا نہیں ہے ۔

اس کی اور مثال دیکھیں کہ اس سند کی ائمہ کرام نے تصیح کی ہے اسکو امام بیہقی روایت کرتے ہیں اپنی کتاب کہ اندرکہ پھر آپ اسکی سند بیان فرماتے ہیں حدثنا عکرمہ بن عمار یحیی بن ابی کثیر عن انس بن مالک رضی اللہ اب سند وہی ہے یحیی بن ابی کثیر اسکو انس رضی اللہ سے روایت کرتے ہیں۔

[سنن الکبری بیہقی روایت 5480 مکتبہ دار الکتب العلمیة]

اس حدیث سے متعلق امام نبوی اپنی کتاب میں کمینٹ کرتے ہیں اس حدیث کو بیان کرنے کہ بادکہ اسکو امام بیہقی نے روایت کیا ہے اور اسکی سند صیح ہے۔

[خلاصته الاحکام جلد1 ص 724 روایت 2750 مکتبہ موسسة الرسه له]

جب ائمہ کرام کسی حدیث کہ متعلق فرماتے ہیں کہ اسکی سند صیح ہے اسکا معنی ہوتا ہے کہ اسکے راوی ثقہ ہیں اور اسکی سند متصل ہے۔

پھر اسی حدیث سے متعلق امام ابن ملقن اپنی کتاب میں آپ کمینٹ فرماتے ہیں کہ اسکو امام بیہقی نے روایت کیا ہے حضرت انس بن مالک رضی اللہ سے اور اسکی سند صحیح ہے امام مسلم کی شرط پر۔ [البدر المنیر صفحہ 548]

پھر امام زیلی اپنی کتاب میں اس حدیث سے متعلق فرماتے ہیں کہ امام نبوی نے فرمایا ہے کہ اسکی سند صحیح ہے

[نصب الرایہ صفحہ 186 روایت 2689]

پھر امام ابن حجر العسقلانی اس حدیث سے متعلق فرماتے ہیں سند صحیح کہ ساتھ روایت کیا ہے۔

[الرایتہ فی تخریج احادیث الھدایہ جلد 1 صفحہ 212
مکتبہ دار معرفتہ بیروت لبنان]

پھر امام سیوطی اس چیز کو مزید واضح فرماتے ہیں جو یحیٰ بن ابی کثیر کا جو معاملہ ہے آپ راویوں کہ دند جو علط آجاتی ہے روایت کہ اند اسکا تزکرہ م فرماتے ہیں ۔اور فرماتے ہیں اٹھویں ٹائیپ علط کی وہ ہوتی ہے کہ اس سے بھی علط آجاتی ہے ایک شخص نے دوسرے شخص سے ملاقات اور اس سے حدیث کا سماع بھی کیا ہو لیکن جند خاص احادیث جو دس نے دس شخص سے نہ سنی ہو بلکہ کسی اور کہ طریق سے سنی ہو تو وہ انکو بلا وسطہ روایت کر دے ،اور اسکی مثال دیتے ہوئے لکھتے ہیں، یحیی بن ابی کثیر عن انس بن مالک رضی اللہ جو یہ سند ہے ۔

[تریب الراوی جلد1 صفحہ 306 مکتبہ الکوثر]

اس سے یہ تو پتا چل گیا کہ یحیی بن ابی کثیر کا حضرت انس سے سماع ثابت ہے بعض احادیث ایسی ہیں جو انہوں نے نہیں سنی اب جو حدیث نہیں سنی وہ ائمہ کرام نے الگ کر دی ہیں جیسا کہ نہ اسکے اند گفتگو کر رہے ہیں حدیث طیر کے بارے میں کسی نے نہیں کہا کہ یہ وہ حدیث ہے جو یحیی بن ابی کثیر نے حضرت انس سے نہیں سنی ۔

اگر بل فرض مان بھی لیا جائے کہ انہوں نے حضرت انس رضہ یہ حدیث نہیں سنی بلکہ کوئی بھی حدیث نہیں سنی انکا سماع ہی ثابت نہیں ہے اگر ایک لمحہ کہ لیا مان بھی لیا جائے تو یہ بات یاد رکھیں گہ۔ یحیٰی بن ابی کثیر وہ ہیں جن کے متعلق امام علی بن المدینی نے اپنی کتاب میں فرمایا ہے کہ ان چھ لوگوں کہ گرد سند گھومتی ہے تمام علم حدیث گھومتا ہے ان میں ایک یحیٰی بن ابی کثیر بھی ہے۔

[العلل الطعة جلد الثانیہ صفحہ 37 مکتبہ الکتب الاسلامی]

یہ اس درجہ کا آدمی ہے اسکا یہ مکام ہے علم حدیث شریف کہ اندر اور۔ان سے متعلق امام ابو حاتم نے فرمایا یہ امام ہیں یہ ثقہ کہ سوا کسی سے روایت نہیں کرتے۔

[تھزیب الکمال فی اسماھالرجال جلد الحادی والثلاثون صفحہ 509 مکتبہ موسسہ الرسالۃ]

اگر بل فرض اس میں کسی قِسم کی کوئی تدلیس بھی شامل ہے تو وہ صرف اور صرف ثقہ سے روایت کرتے ہیں تو وہ مسلہ خاتم ہوجاتا ہے ہم نے ثابت کر بھی دیا ہے کہ حدیث طیر کا سماع کیا ہے یحیٰی بن ابی کثیر نے۔

اب اسکی تیسری سند کے طرف چلتے ہیں امام ابن عثاکر نے اسکا تزکرہ اپنی کتاب میں کیا ہے

أخبَرَنا أبو غالب بن البنّا، أنا أبو الحسَين بن الآبنوسي، أنا أبو الحسَن الدارقطني، نا مُحمَّد بن مَخلَد بن حفص، نا حاتم بن الليث، نا عُبَيْد الله بن موسى، عَن عيسى بن[1] عمر القارىء، عَن السّدّي، نا أنس بن مالك قال:

أُهدي إلى رَسُول الله ﷺ أطيار، فقسمها وترك طيراً، فقال: «اللّهم ائتني بأحب خَلْقِك إليك يأكل معي من هذا الطير»، فجاء عَليّ بن أَبي طالب، فدخل يأكل[2] معه من ذلك الطير.

قال الدارقطني: تفرّد به عيسى بن عمر عن السّدّي.

أخْبَرَنا أبو المُظَفَّر بن القُشيري، نا أبو سعد الأديب، أنا أبو عمرو الحِيري.

ح وأخبرتنا أم المجتبى فاطمة بنت ناصر قالت: قُرِىء على إبْرَاهيم بن منصور، أنا أبو بكر بن المقرىء.

امام درقتنی کی سند ہے یہ حدیث اوپر جاتی ہے اوپر جاکر ترمذی کی جو سند ہے وہ اس سے میچ کر جاتی ہی حضرت انس بن مالک کی جو حدیث پاک ہے اس حدیث سے متعلق شیخ زبیر علی زئی صاحب جو اہل حدیث کہ بڑے حدیث کہ عالم گزرے ہیں فرماتے ہیں حدیث الطیر کی بہت سی سندوں میں سے تاریخ دمشق لابن عساکر میں امام دارقتنی والی روایت حسن لزاتہ ہے۔

{ماھناہ رسالہ 59 توضیح الاحکام}

اس روایت کی مختصر تحقیق درج ذیل ہے:

① ابن عساکر کے استاذ ابو غالب بن البناء ثقہ تھے۔ دیکھئے سیر اعلام النبلاء (۱۹/۶۰۳)

② ابن البناء کے استاذ ابو الحسین بن الآبنوسی ثقہ تھے۔ دیکھئے النبلاء (۱۷/۸۵)

③ ابن الآبنوسی کے استاذ امام دارقطنی مشہور ثقہ امام تھے۔

④ امام دارقطنی کے استاذ محمد بن مخلد بن حفص الدوری ثقہ تھے۔

دیکھئے تاریخ بغداد (۳/۳۱۱ ت ۱۴۰۶)

⑤ محمد بن مخلد کے استاذ حاتم بن اللیث بن الحارث الجوھری ثقہ تھے۔

دیکھئے تاریخ بغداد (۸/۲۴۵ ت ۴۳۴۶)

⑥ حاتم بن اللیث کے استاذ عبید اللہ بن موسیٰ بن باذام العبسی الکوفی صحیحین کے راوی اور ثقہ وصدوق تھے۔ حافظ ابن حجر نے کہا: "ثقة كان يتشيع" وہ ثقہ تھے (اور) تشیع کے قائل تھے۔ (تقریب التہذیب: ۴۳۴۵)

ثقہ وصدوق عندالجمہور راوی پر تشیع وغیرہ کی جرح سے اُس کی حدیث ضعیف نہیں ہو جاتی بلکہ حسن یا صحیح رہتی ہے لہٰذا یہاں تشیع کی جرح مردود ہے۔

⑦ عبید اللہ بن موسیٰ کے استاذ عیسیٰ بن عمر الاسدی الہمدانی ابو عمر القاری الاعمیٰ، صاحب الحروف ثقہ تھے۔ دیکھئے تقریب التہذیب (۵۳۱۴)

⑧ عیسیٰ بن عمر القاری کے استاذ اسماعیل بن عبدالرحمٰن بن ابی کریمہ السدی (سدی کبیر) صحیح مسلم کے راوی اور جمہور محدثین کے نزدیک موثق ہونے کی وجہ سے صدوق حسن الحدیث تھے۔ نیز دیکھئے تحریر تقریب التہذیب (۱/۱۳۶ ت ۴۶۳)

آپ پر تشیع کا الزام ہے جو کہ جمہور کی توثیق کے بعد یہاں مردود ہے۔

فائدہ: جمہور محدثین کے نزدیک ثقہ وصدوق راوی پر اگر بدعتی ہونے کا اعتراض ہو اور اس کی روایت بظاہر اس کے مسلک کی تائید میں ہو، تب بھی صحیح یا حسن ہوتی ہے۔

تفصیل کے لئے دیکھئے "التنکیل بما فی تانیب الکوثری من الاباطیل" (۱/۴۲۔۵۲)

اور اس سلسلے میں جوز جانی (بدعتی) کا اصول صحیح نہیں ہے لہٰذا روایتِ مذکورہ کو تشیع کا الزام لگا کر رد کرنا غلط ہے۔

⑨ اسماعیل بن عبدالرحمٰن السدی کے استاذ سیدنا انس بن مالک مشہور صحابی تھے۔ رضی اللہ عنہما

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ امام دارقطنی کی بیان کردہ اس روایت کی سند حسن لذاتہ ہے جس میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تحفے میں پرندے لائے گئے تو آپ نے انھیں تقسیم کر دیا اور ایک پرندہ رکھ لیا پھر فرمایا: اے میرے اللہ! میرے پاس اس پرندے کا گوشت کھانے کے لئے وہ شخص بھیج جسے تُو اپنی مخلوق میں سب سے زیادہ محبوب رکھتا ہے۔

پھر علی بن ابی طالب (رضی اللہ عنہ) تشریف لائے تو انھوں نے آپ کے ساتھ وہ پرندہ کھایا۔

امام دارقطنی نے فرمایا: اس حدیث کو صرف عیسیٰ بن عمر نے سدی سے بیان کیا ہے۔

اس حدیث کے بہت سے شواہد بھی ہیں مثلاً:

① **حديث قطن بن نسير بسنده عن عبدالله بن المثنى عن عبدالله بن أنس بن مالك عن أبيه ... إلخ** (دیکھئے الکامل لابن عدی ۲/۲۰۵۷، دوسرا نسخہ ۲/۳۸۵)

اس میں قطن بن نسیر جمہور کے نزدیک ضعیف ہے اور باقی سند حسن لذاتہ ہے۔

② **حديث الطبراني بسنده عن يحي بن أبي كثير عن أنس بن مالك رضي الله عنه ... إلخ** (المعجم الاوسط ۲/۲۴۲، ۲۴۳ ح ۱۷۶۵)

اس کی سند دو وجہ سے ضعیف ہے:

اول: امام طبرانی کا استاذ ابوبکر احمد بن الجعد الوشاء نامعلوم التوثیق ہے۔

دوم: یحییٰ بن ابی کثیر کی سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت منقطع و مدلّس ہے۔

③ حديث الطبراني بسنده عن سفينة رضي الله عنه ... إلخ

(المعجم الکبیر ۷/۸۲ ح ۶۴۳۷)

اس کی سند دو وجہ سے ضعیف ہے:

اول: طبرانی کے استاذ عبید العجلی کی توثیق نامعلوم ہے۔

دوم: سلیمان بن قرم ضعیف ہے۔

جو لوگ جمع تفریق کر کے حدیث کو حسن لغیرہ بنا لیتے ہیں، اُن کے اصول سے بھی حدیث الطیر حسن بنتی ہے۔ حافظ ابن حجر نے اپنے جوابات میں ترمذی والی روایت کو ''وھو حدیث حسن'' قرار دیا ہے۔ (دیکھئے ''اجوبۃ الحافظ ابن حجر العسقلانی عن احادیث المصابیح'' المطبوع مع المشکوٰۃ تخریج الالبانی ۳/۱۷۹۱، الطبعۃ الثانیہ ۱۴۰۵ھ)

تنبیہ: حدیث الطیر کی تصحیح پر ایک دیوبندی فخر الدین الغلانی نے عربی زبان میں ''نیل الخیر بحدیث الطیر'' نامی کتاب لکھی ہے جو ہمارے پاس موجود ہے۔

امام درقطنی نے ایک کمینٹ کیا ہے کہ اس کو بیان کرنے میں عیسیٰ بن عمر منفرد ہیں اسکو السدی سے بیان کرنے میں ۔ لیکن بات ایسی نہیں ہے جس طرح دارقطنی نے فرمایا بلکہ اسکی مطابیت بھی مجود ہے اور انکی مطابیت جو ہے وہ حارس بن نبھان نے کی ہے حارس بن نبھان اسکو السدی سے روایت کرتے ہیں حارس بن نبھان کی اس حدیث کو امام ابن عساکر نے بیان کیا ہے ۔

[تاریخ مدینہ دمشق جلد 42 صفحہ 256 دارلفکر بیروت لبنان]

اور حارس بن نبھان سے متعلق بھی بعض ائمہ کرام نے کلام کیا ہے ضعیف کہنے کی کوشش کی ہے لیکن ابن عدی نے نکی حدیث کو جمع کرکے حکم لگایا ہے حارس کی اس کہ علاوہ بھی کافی حدیث ہیں جو حسن درجہ کی ہیں یہ ان راویں میں سے ہے جنکی حدیث کو لکھا جاتا ہے ۔

[الکامل فی ضعفاء الرجال جلد 2 صفحہ 610 دارلفکر]

لکھا جاتا سے مراد یہ ہوتی ہے کہ شواید اور مطابیت کہ طور پر قبول کیا جاتا ہے ۔

تو مطابیت میں یہ حدیث جو ہے پہلے والی حدیث کی سپورٹ میں اگئی ہے اور اسکی سند میں کوئی اور ایسا مسلہ نہیں ہے ۔

أَخْبَرَنا أبُو الأعزّ قراتكين بن الأسعد، أَنا أبُو مُحَمَّد الجوهري، أَنا أبُو حفص بن شاهين، نا يَحْيَىٰ بن مُحَمَّد بن صاعد، نا عَبْد القدوس بن مُحَمَّد بن عَبْد الكبير بن شعيب بن الحبحاب ـ بالبصرة ـ حدّثني عمي صالح بن عَبْد الكبير، نا عَبْد اللّه بن زياد أبُو العلاء(٤)، عَن عَلي بن زيد، عَن سعيد بن المُسَيّب، عَن أنس قال:

أُهدي إلى رَسُول الله ﷺ طير مشوي، فقال: «اللّهمّ أدخل عليّ أحبّ أهل الأرض إليك يأكل معي»، قال أنس: فجاء عَلي بن أَبي طالب فحجبته، ثم جاء الثانية فحجبه أنس، ثم جاء الثالثة فحجبه أنس رجاء أن تكون الدعوة لرجل من قومه، قال: ثم جاء الرابعة، فأذن له، فلما رآه النبي ﷺ قال: «وأنا أحبّه»، فأكل معه منه.

قال ابن شاهين: تفرّد بهذا الحديث عَبْد القدوس بن مُحَمَّد عن عمه لا أعلم حدّث به غيره، وهو حديث حسن غريب.

اب اسکی اور سند سنیے اسکو بھی امام ابن عساکر نے بیان کرتلک ہیں یہ امام ابو حفص بن شاھین کی سند ہے اس حدیث پاک کو بیان کرتے ہیں اوپر جاکر یہ سعید بن مصعیب عن انس بن مالک سے یہ سند جڑ جاتی ہے اس کہ متعلق امام ابن شاھین کمینٹ کرتے ہیں یہ خاص سند سے جو حدیث غریب ہے اور یہ حدیث حسن ہے۔

[تاریخ دمشق جلد 42 صفحہ 248 مکتبہ دار الفکر]

اب اسکا پنچھوا طریق سنیئے اسکو امام طبرانی اپنی المعجم الکبیر کہ اندر بیان کرتے ہیں۔

الجوهري ثنا حسين بن محمد ثنا سليمان بن قرم عن فطر بن خليفة عن عبدالرحمن بن أبي نعم عن سفينة مولى النبي صلى الله عليه وسلم ان النبي صلى الله عليه وسلم أتي بطير فقال: « اللهم ائتني بأحب خلقك اليك يأكل معي من هذا الطير » فجاء علي رضي الله عنه ، فقال النبي صلى الله عليه وسلم: « اللهم والي » .

آپ فرماتے ہیں حدثنا عبید العجلی اور یہ جو حدیث ہے حضرت سفینہ رضی اللہ سے مروی ہے وہ حدیث الطیر کو بیان فرماتے۔

[المعجم الکبیر طبرانی 7 صفحہ 95 مکتبہ ابن تیمہ]

اس حدیث سے متعلق کمینٹ یہ کیا جاتا ہے کہ امام طبرانی کہ جو شیخ ہیں عبید العجلی ان سے متعلق معلوم نہیں کہ یہ کون ہیں یہ مجہول راوی ہیں۔

اب امام طبرانی کی شیوخ سے متعلق ایک قائدہ یاد رکھیے اسکو امام ہیثمی نے بیان فرمایا ہے آپ فرماتے ہیں کہ امام طبرانی کہ وہ مشائخ جنکا ذکر حافظ ذہبی نے میزان میں نہیں کیا اُنکی ویکنس کو بیان نہیں کیا مجہول ہی لکھ دیں انکو میں نے ثقات میں ہی شمار کیا ہے جو اسکے باد اتے ہیں پھر آپ فرماتے ہیں کہ جو صحابہ کرام ہیں پھر آپ فرماتے ہیں کہ جو صحابہ کرام ہیں انکے بارے میں یہ شرط نہیں ہے کی اُسی صحابی کی ہی روایت قبول ہوگی جو صرف کتبہ صیحاکہ اندر ائے ہیں کیوں کہ وہ سب کہ سب عدول ہیں روایت حدیث کہ باب میں اگے آپ فرماتے ہیں امام ہیثمی فرماتے ہیں امام طبرانی کہ شیوخ کا بھی یہی معلہ ہے جنکا ذکر امام ذہبی نے میزان میں نہیں کیا کہ وہ بھی ثقہ ہیں وہ بھی صدوق ہیں ۔ [مجمع الزوائد صفحہ 150]

تو اس کی سند میں کوئی مسلہ نہیں رہ جاتا ۔ پھر امام ہیثمی فرماتے ہیں اس حدیث کی سند پر کمینٹ کرتے ہیں کہ اسکو امام بزار نے اور امام طبرانی نے روایت کیا ہے اور طبرانی کے جو رجال ہیں وہ صیحح کہ رجال ہیں فطر بن خلیفۃ وہ ثقہ ہے ۔

[مجمع الزوائد جلد 9 صفحه 118 دار الکتب العلمیۃ]

تو یہ اسکی دوسری چین ہے جو آپکے سامنے بیان کردی۔

تو یہ چند۔ایک چیز ہیں جو آپکے سامنے میں نے رکھی ہیں جو صحیح یا حسن درجہ کی ہیں انکو قبول کیا جاسکتا ہے سند میں کوئی مسلہ باقی نہیں رہ جاتا۔ اب ان ائمہ کرام کی طرف چلتے ہیں جنھوں نے حدیث الطیر کو صحیح یا حسن کہا ہے سب سے پہلے امام صبقی اپنی کتاب میں فرماتے ہیں حدیث طیر کہ اوپر جو یہ کہا گیا ہے کہ یہ موضوع ہے آپ فرماتے ہیں کہ یہ بات درست نہیں ہے ہمارے دوست جو امام صلاح الدین العلائی ہیں انہوں نے اس کہ اوپر کلام کیا ہے انہوں نے اس حدیث کی تخریج کی ہے حق یہ ہے کہ کم سے کم حسن درجہ پر یہ حدیث چلی جاتی ہے یا اُس ضعیف درجہ پر ہوتی ہے جس میں احتمال ہوتا ہے کہ ضعیف ہے یا صحیح ہے پھر آپ فرماتے ہیں کہ اگر تم یہ کہوں یہ اپنے تمام ترک کہ ساتھ موضوع ہے فرماتے ہیں ایسی بات نہیں ہے۔

[طبقات الشافعیہ الکبریٰ جلد 4 صفحہ 169]

اب امام ۔ابن حجر العسقلانی نے بھی اس حدیث کو حسن قرار دیا ہے اپ سے چند سوال کیئے گئے تھے ایک کتاب کی حدیث کے متعلق کہ اسکے اندر بعض جو روایت ہیں نہ موضوع ہیں تو اسکا جواب آپ نے عطا فرمایا کہ جن احادیث پر اپ نے اعتراض کیا اسکی حدیث نمبر سولہ ہے اور وہ حدیث الطیر ہے امام سب سے پہلے تو اسکی سندوں کا ذکر کرتے ہیں اور آخر میں اسکے اوپر حکم یہ لگاتے ہیں کہ یہ جو حدیث ہے یہ حسن ہے۔

[اجوبۃ الحافظ ابن حجر العسقلانی عن احادیث المصابیح صفحہ 1791]

شیخ ابو غدا اپنی کتاب کہ اندر فرماتے ہیں کہ امام عبداللہ بن صدیق الغماری مصر میں جب ان سے یہ ذکر ہوا اس حدیث پاک الطیر سے متعلق تو آپ نے الغماری نے فرمایا اس حدیث کو حافظ ہبی نے اپنی صیحح کرار دیا ہے اور اس کہ اوپر انھوں نے دیک خاص جز بھی تالیف کیا ہے اسی طرح زین الدین العراقی نے بھی اسکی تصیحح کی ہے حافظ ابن حجر نے حافظ سخاوی نے حافظ سیوطی نے اس حدیث کی الطیر کی تصیحح کی ہے۔

[الاجوبۃ الفاضلۃ صفحہ 156 مکتبہ دار البلام]

اب میں اخر میں حافظ ذہبی کا کلام نکل کر دیتا ہوں حافظ ذہبی فرماتے ہیں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے اس حدیث کہ کثیر طریق ہیں اور سب میں کلام ہے اور بعض سنن کی شرط پوری اوترتی ہیں اور ان میں سب سے اداطریق وہ ہے جو مقعن بن نسیر سے مروی ہے۔ [سیر اعلامہ النبلاء صفحہ 235]

اور اسکہ جو صیح طریق اور حسن ہیں وہ شروع میں ہی اپکے سامنے بیان کردیئے ہیں۔ اب ضد اور ناصبیت کہ علاوہ کیا چیز رہ جاتی ہے کہ آپ حدیث طیر کو نہ مانے۔

[تحریر بلوچ خان]

[تحقیق شیخ وجاہت حسین الحنفی صاحب]

Facebook iD BaLoCH